رابعہ افتخار شیخ

سچ دل

سردی سے بچنے کے لیے اس نے رضائی کے اوپر کمبل بھی اوڑھ رکھا تھا' چھوٹے سے کمرے کے عین وسط میں دہکتے کوئلوں سے بھری انگیٹھی دھری تھی۔ باہر مکمل خاموشی تھی۔ نہ جانے کیوں نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ اپنے گھر سے اتنی دور زندگی میں پہلی بار وہ کسی دوسرے گھر میں رات بسر کر رہی تھی پھر اسے چارپائی پر سونے کا بھی تجربہ نہیں تھا۔ سردی کی شدت سے دانت بج رہے تھے۔ وہ دیسائی کڑھائی والے گاؤ تکیے سے سر ٹکا کر دہکتے ہوئے کوئلوں کو گھورنے لگی۔ بھلا یہ دہکتے ہوئے ننھے ننھے کوئلے ہیٹر کا مقابلہ کر سکتے تھے۔ چارپائی کی آواز سے کمرے کے دوسرے کونے میں خراٹے بھرتا وجود بھی جاگ اٹھا۔

"ربا میریا۔ (میرے رب) ہائے کومل دھیے! تو اجے جاگ رہی ایں؟ (کومل بیٹی تم ابھی تک جاگ رہی ہو؟)

"سردی بہت ہے تائی اماں!" وہ — سادگی سے بولی۔

"ماں صدقے جائے' ادھر میرے کول آجا۔" انہوں نے اتنے دلار سے کہا کہ وہ جھٹ سے کمبل اٹھا کر ان کے پاس چلی گئی اور پھر ان کی نرم گرم بانہوں میں سمٹ کر آنکھیں موند لیں۔

"سو جا میری بیٹی!" انہوں نے اس کے ماتھے پر بوسہ دیا اور پھر کچھ ہی دیر میں وہ نیند کی وادیوں میں کھو گئی۔

اگلی صبح اس کی آنکھ کھلی تو پورے گھر میں دیسی گھی کے پراٹھوں کی خوشبو پھیلی ہوئی تھی' وہ ہاتھ سے کپڑوں کی شکنیں درست کر کے باہر نکل آئی۔ تائی اماں باورچی خانے میں بیٹھی گرما گرم پراٹھے پکا رہی تھیں۔ بانو نے دوسرے چولہے پر چائے رکھی ہوئی تھی۔ برآمدے کی چارپائیوں پر تایا ابا' چاچا جی' چاچی جی' کلثوم اور نادر بیٹھے تھے۔ وہ بھی سب کو سلام کر کے وہیں آبیٹھی۔

"رات سوکھی گزر گئی پتر؟" تایا ابا نے پوچھا۔

"سوکھی؟" اس نے ناسمجھی سے کلثوم کو دیکھا' وہ بھی ہنس دی۔

"ابا کا مطلب ہے کہ آرام سے گزر گئی؟" اس سے پہلے کہ کلثوم کچھ کہتی' نادر بول اٹھا۔

"جی تایا ابا! گزر گئی۔"

"لے کیسے؟ آدھی رات تک تو ٹھٹھرتی رہی کڑی۔ خیر نال سلائی تو نیندر آئی۔ کہیں بارہ اک دجے (کہیں بارہ ایک بجے۔)" باورچی خانے سے تائی اماں نے سب کو باآواز بلند سنایا۔

"ہولے ہولے عادی ہو جائے گی۔" چاچی جی نے اسے پیار سے ساتھ لگاتے ہوئے کہا۔ بے اختیار ہی اس نے نظریں اٹھا کر نادر کی سمت دیکھا' وہ بڑی دل جمعی سے ناشتہ کرنے میں مصروف تھا۔

"کومل بیٹا! وہاں ایک نادر نام کا بندہ بھی ہوگا' بے جی نے بچپن میں تمہاری اور اس کی منگنی کی تھی۔ ہاں فی!"

ڈیڈ کا جملہ سماعتوں میں گونجنے لگا۔ اس نے ناقدانہ نگاہوں سے نادر کا جائزہ لیا' گو نحیف البدن صحت مند جسم گوری رنگت' گھنے سیاہ بال' گھنی مونچھیں اس کے سراپے میں بظاہر کچھ بھی ایسا نہیں تھا کہ اسے تنقید کا نشانہ بنایا جاتا۔

"کومل بیٹی! ناشتہ کرو۔" چاچی جی نے اسے ناشتہ کی طرف متوجہ کیا تو اس نے سر جھکا لیا۔

یہ گھر جہاں وہ اتنے بہت سے محبت کرنے والے لوگوں کے درمیان بیٹھی تھی' اس کی ددھیال تھی۔ آنماں جناں کی اس حویلی میں وہ پہلی بار آئی تھی۔ یہ حویلی اس کا آبائی گھر تھی۔

تایا ابا کی بیٹی بانو کی شادی تھی اور تایا ابا نے فون پر بڑے پیار اور مان کے ساتھ اپنے بھائی کو بمعہ فیملی مدعو کیا تھا لیکن اس کے ڈیڈ اور مام نے صاف انکار کر دیا تھا' تب اس نے پہلی دفعہ پاکستان جانے کی بات کی تھی۔ آنے سے پہلے اس نے ڈیڈ سے سب کا تعارف لیا تھا اور تب ہی ڈیڈ نے بطورِ خاص "نادر" کا ذکر بھی کیا تھا۔

☼ ☼ ☼

بانو کی مائیوں کا دن آپہنچا' ابھی تک وہ سب رشتے داروں سے صحیح طرح نہیں ملی تھی' یہ ہی موقع تھا کہ وہ سب سے کھلتی ملتی اور سب رشتے داروں سے تعارف کرواتی۔ شام ہوتے ہی حویلی کے صحن میں مہمانوں کے بیٹھنے کا انتظام کردیا گیا۔ گئی کام کرنے والی عورتیں بھی آگئیں۔

وہ تیار ہوکر باہر نکلی تو بہت سے مہمان آچکے تھے' ثوبی سے بہت سی عورتیں اس کے متعلق پوچھ رہی تھیں۔ وہ بھی سب کے درمیان آکر بیٹھ گئی۔ دیہات کی سادہ عورتیں اسے بڑی حیرت اور شوق سے دیکھ رہی تھیں۔ اگرچہ وہ جامنی رنگ کے خوبصورت شلوار قمیص میں ملبوس تھی لیکن ظاہری حلیہ اسے سب سے منفرد کررہا تھا۔

"اور اس سے ملو کومل! یہ ناز ہے۔" کلثوم کسی لڑکی سے اس کا تعارف کروا رہی تھی۔ اس نے بڑی محبت سے اس کی طرف ہاتھ بڑھا دیا مگر اس دیہاتی لڑکی نے بڑی نخوت سے سر جھٹک دیا۔

"برا مت ماننا کومل! ناز ایسی ہی ہے' بہت مغرور ہے۔" کلثوم شرمندہ ہوگئی۔

"کوئی بات نہیں ثوبی! ہوتے ہیں کچھ لوگ ایسے بھی۔" وہ زبردستی مسکراتے ہوئے بولی' ورنہ جی تو چاہ رہا تھا کہ اس لڑکی کے منہ پر زبردست تھپڑ رسید کرے۔

شام آہستہ آہستہ رات میں تبدیل ہوگئی' وہ سب مہندی کی تیاری کرنے لگیں۔ مہندی لے کر گاؤں میں ہی دولہا والوں کے گھر تک جانا تھا۔ وہ بھی سب کے ساتھ باہر نکلی مگر کلثوم نہ جانے کہاں غائب ہوگئی۔

"اوہو نہ جانے کہاں چلی گئی ہے؟" وہ ادھر ادھر نظریں دوڑانے لگی' جب ہی اس کی نظر جامن کے درخت کی طرف ٹھہری گئی۔ بلاشبہ سفید شلوار قمیص میں ملبوس وہ نادر ہی تھا اور اس کے ساتھ ناز کھڑی تھی' وہ نہ جانے کس بحث میں الجھے ہوئے تھے' نجانے کیوں اس کے اندر آگ سی سلگ اٹھی۔

"کومل! آؤنا۔" کلثوم نہ جانے کب آئی تھی اور اب اسے بازو سے پکڑ کر کھینچ رہی تھی۔

"ناز کی بہت بنتی ہے نادر سے۔" اس کی زبان سے نکل ہی گیا۔

"نادر کا دوست ہے طالب' یہ ناز اس کی منگیتر ہے مگر نہ جانے اسے کس بات کا اتنا غرور ہے کہ یہ منگنی توڑنا چاہتی ہے' بس اسی بات پر بھائی سے اس کی بحث ہوجاتی ہے۔" کلثوم نے اسے تفصیل بتائی۔

"جو لڑکی کسی سے بات کرنا پسند نہیں کرتی' منگنی توڑنا چاہتی ہے' وہ نادر سے بنا کسی وجہ کے تو ہم کلام نہیں ہوتی ہوگی۔" اس نے سوچا۔

مہندی کی رسم کے بعد کھانا کھلایا گیا اور پھر واپسی کے لیے وہ سب نکل پڑے۔ رات بہت بیت گئی تھی۔ نیند آج بھی غائب تھی' وہ کپڑے تبدیل کرکے صحن میں آبیٹھی۔ خنکی کے احساس سے بے نیاز وہ چارپائی پر بیٹھی چاند کو گھور رہی تھی۔ کچھ دیر بعد قدموں کی چاپ سنائی دی تو وہ سیدھی ہو بیٹھی۔ وہ نادر تھا' جیب میں سے سگریٹ نکال کر وہ سلگانے ہی والا تھا کہ اس کی نظر کومل پر پڑ گئی۔

"آپ! آپ اس وقت یہاں کیا کررہی ہیں؟" اس نے سگریٹ واپس جیب میں رکھ لیا۔

"نیند نہیں آرہی۔"

"ہاں' ظاہر سی بات ہے۔ یہ آنکھیں جتا رہی ہیں' نالنگم شاعر تو نہیں۔ بہت فرق ہے۔" وہ کچھ تلخی سے بولا۔

"ایسی بات نہیں ہے' بس یوں ہی مجھے عادت ہے چاند والی رات میں جاگنے کی۔" وہ — سادگی سے بولی۔

"چاند والی رات یا پورے چاند والی رات۔"

"ہاں' پورے چاند والی رات۔ مجھے بہت خوبصورت لگتی ہے' ٹھنڈی' بہت خواب ناک۔" وہ دھیرے سے بولی۔

"آپ کی اردو اچھی ہے مگر پنجابی بالکل زیرو۔" وہ ہنسنے لگا۔

"میں سیکھ جاؤں گی۔" وہ سادہ سے لہجے میں بولی مگر

نادر کی مسکراہٹ گہری ہوگئی۔

"آپ کو کیا ضرورت ہے؟" وہ بے رخی سے بولا تھا جس پر کومل اسے دیکھ کر رہ گئی۔

"ویسے پورے چاند والی رات مجھے بھی بہت اٹریکٹ کرتی ہے۔ میں بھی نہیں سوپاتا۔" نادر نے کہا' وہ کوئی جواب دیے بغیر اٹھ گئی۔

☼ ☼ ☼

اگلی صبح کوئی تقریب نہیں تھی' مہندی اور بارات میں ایک دن کا وقفہ تھا۔ گھر کے مرد تو صبح صبح ہی کام پر نکل گئے تھے۔ وہ ناشتے سے فارغ ہوئی تو کلثوم' نادر کو بلانے کے لیے نکل رہی تھی۔ وہ بھی سیر کی غرض سے ساتھ ہوگئی۔ دور دور تک تاحد نگاہ خوبصورت لہلہاتے ہوئے کھیتوں میں چلتے ہوئے اسے بہت اچھا لگا۔ تازہ ہوا کے جھونکوں سے سر پر جمایا فیروزی سلک کا دوپٹہ بار بار شانوں پر ڈھلک جاتا' وہ ایک ہاتھ سے سر پر دوپٹہ جمائے کلثوم کے پیچھے پیچھے چل رہی تھی۔ کچھ ہی دور نادر ٹریکٹر چلاتا نظر آگیا۔ کلثوم ہانپتی کانپتی پگڈنڈی پر بیٹھ گئی' وہ بھی کچھ فاصلے پر بیٹھ گئی۔ کھیت میں دانہ چگنے کی غرض سے بیٹھی چڑیوں کا غول ٹریکٹر قریب آنے کی آواز سن کر اڑا۔ تو فضا میں بہت دیر تک ان کی بدھر چہچہاہٹوں کا شور مچا رہا۔ کچھ دیر بعد وہ ٹریکٹر روک کر ان کی سمت آگیا۔ اتنی سردی میں بھی اس کی پیشانی عرق آلود تھی۔

"کیا بات ہے؟" وہ آستین سے پسینہ صاف کرتے ہوئے بولا۔

"اماں بلا رہی ہیں۔ آکر کھانا بھی کھالو اور کچھ دیر آرام بھی کرلو۔" کلثوم نے آنے کی وجہ بیان کی تو وہ اثبات میں سر ہلانے لگا۔ تب ہی اس نے کلثوم کے ساتھ کھڑی کومل کو حیرت سے دیکھا۔ ایک ہاتھ سے دوپٹہ تھامے وہ بہت شوق سے اردگرد پھیلے کھیتوں کو دیکھ رہی تھی۔ نادر کو اس کی معصومیت پر ہنسی آگئی۔

"ہائے زلیخا!" کلثوم کو نہ جانے کون نظر آگئی تھی۔ وہ ہیں سے آگے بڑھ گئی۔

"گھر چلیں' کلثوم کو تو اس کی سہیلی مل گئی ہے اور اب وہ اس کے ساتھ اس کے گھر جارہی ہے۔" نادر نے ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اسے متوجہ کیا تو وہ خاموشی سے اس کے ساتھ چل دی۔ اونچے نیچے کچے راستوں پر چلنا اسے بہت دشوار لگ رہا تھا اور نادر بڑے مزے سے چل رہا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ اس کے پیچھے چلنے لگی۔

"اف۔" نہ جانے وہ کن خیالوں میں گم تھی' جب اس کا پاؤں بری طرح مڑ گیا۔ اس سے پہلے کہ وہ گرتی نادر نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ وہ جھینپ سی گئی اور تیزی سے اپنا ہاتھ چھڑا لیا۔ نادر نے بہت حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔ اس نے کومل کے چہرے پر حیا کے رنگ دیکھے تھے۔ اسے حیرت اس بات پر تھی کہ مغربی ملک میں پلی بڑھی لڑکی بھی اتنی باحیا ہوسکتی ہے؟

"میرا پاؤں پتہ نہیں کیسے رپٹ گیا۔" وہ اس کی نظروں سے گھبرا کر بولی۔

"ان راستوں پر چلنے کی عادت نہیں ہے آپ کو' شاید اسی لیے۔" نادر کے لہجے میں پھر وہی تلخی تھی جو کئی بار وہ اس کی باتوں میں محسوس کرچکی تھی۔

"زیادہ چوٹ تو نہیں آئی۔" وہ بات بدلتے ہوئے بولا' جواباً اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"چوٹ تمہارے پاؤں میں آئی ہے اور تکلیف میں محسوس کررہا ہوں۔" نادر نے بے بسی سے سوچا۔

بالآخر بارات کا دن بھی آپہنچا۔ وہ کلثوم کے ساتھ تیار ہوکر باہر نکلی تو سب سے پہلے تائی ماں نے اس کی نظر اتاری۔

"ماشاء اللہ۔ میری دھی تو آج بوت (بہت) سوہنڑی (پیاری) لگ رہی ہے۔" پھر سب نے ہی اس کی تعریف کی تھی۔ وہ بار بار اپنی تعریف پر جھینپ جاتی۔

بارات کی آمد ہوئی سب لڑکیاں دیکھنے بھاگیں' وہ بھی مارے اشتیاق کے سب لڑکیوں کے ساتھ چھت پر چڑھ گئی۔

"وے نازو! دیکھ تیرا کام تو ہوگیا' وہ دیکھ

سامنے۔(سامنے)" اس کے ساتھ نہ جانے کون تھی جو نازو کو کسی کی طرف دیکھنے کو کہہ رہی تھی' اس نے اس کی نظروں کا تعاقب میں دیکھا تو اس کے من میں پھر وہی آگ جل اٹھی۔ سامنے نادر کھڑا تھا۔ براؤن رنگ کے خوبصورت شلوار قمیص میں اس کا اونچا لمبا سراپا بہت اچھا لگ رہا تھا۔ وہ خاموشی سے وہاں سے ہٹ گئی۔

"کومل۔" کلثوم اسے آواز دیتی رہی مگر وہ سیڑھیاں اتر کر نیچے آگئی۔ بارات کی ساری تقریب میں وہ پیچھے پیچھے ہی رہی' پھر ولیمہ کی تقریب بھی ایسے ہی گزری۔

☼ ☼ ☼

بارش کی آواز سن کر وہ باہر نکلی تو حیران رہ گئی۔ بارش کا پانی حویلی کے صحن میں جمع ہو گیا تھا' رات کو موسم بہت صاف تھا مگر صبح بارش بہت تیزی سے شروع ہو گئی۔ وہ خاموشی سے برآمدے میں آبیٹھی۔ رات کو مام اور ڈیڈ سے فون پر بات ہوئی تھی۔ ابھی اس کی واپسی میں دس دن باقی تھے۔

"چائے۔" نادر کی آواز پر اس نے سر اٹھا کر دیکھا' وہ باورچی خانے سے چائے کے دو کپ لیے نکلا تھا۔

"باقی سب لوگ کہاں ہیں؟" اس نے کپ تھامتے ہوئے پوچھا۔

"بانو کی طرف گئے ہیں۔ آپ کو اس لیے نہیں جگایا کہ بے آرام نہ ہوں۔ بارش میں بہت تیزی آگئی ہے۔ ذرا ہلکی ہو لے تو میں چھوڑ آؤں گا۔" وہ وضاحت دینے لگا۔ وہ شرمندہ ہو گئی۔ کتنا خیال رکھتے تھے سب اس کا۔ محض اس کی بے آرامی کے تصور سے اسے نہیں جگایا۔

"نہیں' میں شام کو چلی جاؤں گی۔" وہ ہاتھوں میں گرم گرم کپ کی تپش سمیٹنے لگی۔

"جیسے آپ کی مرضی' ویسے ماسی بھی آپ کے خیال سے رک گئی تھی۔ پیچھے والے صحن میں جانور سنبھال رہی ہے۔" وہ بات کرنے کی غرض سے بولا۔ جواباً" وہ خاموش ہی رہی۔

"چائے بہت اچھی ہے۔" اس نے دل سے تعریف کی' وہ مسکرا دیا۔

"جب میں ہاسٹل میں رہتا تھا تو خود ہی بناتا تھا بہت پریکٹس ہو گئی ہے۔"

"ہاسٹل؟" اس نے حیرت سے نادر کی طرف دیکھا۔

"میں ایم اے اکنامکس ہوں' شاید آپ مجھے جاہل سمجھتی ہیں۔" وہ قدرے تلخ لہجے میں بولا تو وہ روہانسی ہو گئی۔

"آپ ایسی باتیں کیوں کرتے ہیں؟ میں نے تو ایسا کچھ نہیں کہا۔"

"اچھا تو پھر آپ ہی کوئی بات کریں۔" وہ ہلکے پھلکے انداز میں بولا۔ بارش بہت تیز ہو گئی تھی۔

"میں کیا بتاؤں؟" وہ صحن میں رکے ہوئے پانی کو دیکھتے ہوئے بولی۔

"کچھ بھی۔" وہ شاید اسے بوریت سے بچانے کے لیے باتوں میں الجھا رہا تھا۔

"شاید آپ یقین نہ کریں نادر! لیکن مجھے یہاں آکر ایسے لگا جیسے میں برسوں سے یہاں کی باسی تھی۔ میں ناٹنگھم میں رہتے ہوئے بھی وہاں نہیں تھی' مجھ میں وہاں کی کوئی بھی کوالٹی نہیں۔"

"یقین نہیں آتا۔" وہ طنزیہ سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

"میں نے کہا تھا نا آپ کو یقین نہیں آئے گا۔" اس نے سادگی سے کہا۔ نادر نے اسے بہت گہری نظروں سے دیکھا۔ وہ اسے بہت معصوم بہت پاکیزہ لگی۔

"مجھے یقین ہے لیکن شاید تم یہاں مستقل رہنا کبھی پسند نہ کرو' اسی لیے تو تم نے بے جی کے فیصلے کا ذکر ہی نہیں کیا۔" وہ سوچنے لگا' وہ نہ جانے کب کی اٹھ کر اندر جا چکی تھی۔

☼ ☼ ☼

اس نے گردن گھما کر اپنے کمرے کی کھڑکی سے

اندر جھانکا' وہ جائے نماز بچھائے مغرب کی نماز ادا کرنے میں مصروف تھی۔ سفید اور سبز رنگ کے خوبصورت شلوار قمیص میں ملبوس وہ بہت پاکیزہ لگ رہی تھی۔

"جس بات پر تم اتنا حیران ہو رہے ہو' شروع شروع میں ہم بھی ہوئے تھے لیکن یہ تو بہت سادہ ہے' بہت اچھی ہے۔ مجھے تو لگتا ہے یہ ازل سے آنمال جناں میں ہی رہتی آئی ہے۔" کلثوم کی آواز پر اس نے مسکرا کر سر جھٹک دیا۔

"میرا دل چاہتا ہے' میں اسے بے جی والی بات بتا دوں۔ پتہ نہیں اس کے امی ابا نے اسے بتائی بھی ہے کہ نہیں۔ میں نے ابا' اماں' چاچا' چاچی سے بھی پوچھا تھا مگر انہوں نے منع کر دیا۔"

"کیوں؟" کلثوم کی بات پر اس نے تجسس سے پوچھا۔

"ان کا خیال ہے' وہ گاؤں میں نہیں رہ سکے گی اور وہ پتہ نہیں اس بات کو سن کر کہیں ناراض ہی نہ ہو جائے۔" کلثوم کے جواب پر وہ سلگ کر رہ گیا۔ یہ ہی خوف تو اسے تھا۔ پہلے اس نے سوچا تھا کہ شاید وہ بہت آزاد خیال لڑکی ہو مگر وہ ایسی بالکل نہیں تھی۔ ہاں یہ خوف ضرور تھا کہ وہ ان دیہاتی لوگوں کے درمیان دس پندرہ دن ایڈونچر کے لیے تو گزار سکتی ہے مگر پوری زندگی۔۔۔؟ وہ اب سلام پھیر رہی تھی' وہ جلدی سے وہاں سے ہٹ گیا۔

☼ ☼ ☼

شام کی چائے پی کر وہ نادر کے کمرے میں آگئی' وہاں بہت سی کتابیں رکھی تھیں' نادر' کلثوم اور بانو کا بڑا بھائی تھا' اسی لیے وہ دونوں اس کے بہت ناز اٹھاتی تھیں۔ اس کے کمرے میں ان دونوں کے ہاتھ کے کڑھے ہوئے خوبصورت لحاف' بستر کی چادر اور بہت کچھ تھا۔ وہ ایک کتاب لے کر وہیں بیٹھ گئی۔ کتاب الٹتے پلٹتے اچانک ہی ایک لفافہ اس کی گود میں آگرا۔ خوشبوؤں میں لپٹا یہ لفافہ اسے بہت مشکوک سا لگا اور جب اس نے کپکپاتی ہوئی انگلیوں سے وہ لفافہ کھولا تو دھک سے رہ گئی۔ وہ ناز کا خط تھا جس میں اس نے انتہائی دیدہ دلیری سے اپنی محبت کا اعتراف کیا تھا۔ کومل کی پیشانی عرق آلود ہو گئی۔

"تو نادر! تم نے بھی اس خط کو سنبھال کر رکھا۔ اسے جلا کیوں نہ دیا' پھاڑ کیوں نہ ڈالا۔ ظاہری بات ہے' ناز تمہارے آنمال کی ہے۔ تمہیں بری کیوں لگے گی۔" اس نے کتاب میں لفافہ رکھ کر کتاب واپس شیلف میں رکھی اور باہر نکل گئی۔

"تو یہ وجہ تھی کہ یہاں کسی نے بھی مجھ سے بے جی کے فیصلے کے بارے میں کوئی بات نہیں کی۔ شک تو مجھے پہلے سے تھا مگر اب تو یقین ہو گیا ہے' تم ناز کو پسند کرتے ہو۔" وہ اپنے کمرے میں آکر اپنا سامان پیک کرنے لگی' دو دن بعد اس کی واپسی تھی۔

کلثوم کب سے دروازہ بجا رہی تھی لیکن اس نے دھیان نہیں دیا۔ وہ اپنے کام میں مصروف رہی۔

اگلی صبح جب وہ باہر نکلی تو گھر میں بہت خاموشی تھی۔ چاچی جی باورچی خانے میں بیٹھی نادر کے لیے چائے دم دے رہی تھیں مگر وہ خود کہیں بھی نہیں تھا۔

"سب لوگ کہاں ہیں چاچی جی!"

"ساتھ والے گاؤں میں فوتگی ہو گئی ہے' وہیں گئے ہیں اور ثوبی تو زلیخا کے ساتھ بانو کے گھر گئی ہے۔ کہہ رہی تھی' تم اس سے ناراض (ناراض) ہو۔" چاچی جی اسے تفصیل بتانے لگیں۔

"نہیں' ایسی تو کوئی بات نہیں۔" وہ شرمندہ ہو گئی۔ واقعی اس نے کلثوم کے ساتھ زیادتی کی تھی۔ بھلا اس بے چاری کو کیا پتا تھا۔

"کومل دھیے! (بیٹی) یہ چائے تو نادر کو دے آ' وہ سامنے والے کھیتوں میں ہی ہے۔ میں نے کہا بھی تھا کہ گیارہ بجے آکر کچھ کھا پی لینا' پر وہ کب کسی کی سنتا ہے۔" چاچی بڑے پیار سے بولیں۔ وہ بے اولاد تھیں لیکن نادر' کلثوم' بانو سے بہت محبت کرتی تھیں اور اب یہ ہی محبت وہ کومل پر بھی نچھاور کر رہی تھیں۔ شاید اس طرح ان کی تڑپتی ہوئی ممتا کو سکون ملتا تھا۔

"میں دے آتی ہوں۔" وہ ان کا دل رکھنے کے خیال سے تھرماس اور مگ والی ٹوکری پکڑ کر دوپٹہ درست کرتی باہر نکل گئی' ورنہ اس شخص کا سامنا وہ کرنا نہیں چاہتی تھی۔ دور وسیع و عریض کھیتوں میں کندھے پر کھیلا ڈالے وہ کھاد ڈالنے میں مصروف تھا۔ اسے آتا دیکھ کر وہ کام روک کر ہاتھ دھونے چلا گیا۔

ہلکے نارنجی رنگ کے کڑھائی والے خوبصورت شلوار قمیص میں اس کی گندمی رنگت بہت دلکش لگ رہی تھی۔ نادر نے ایک لمحے کو ٹھٹک کر اس کے افسردہ چہرہ کو دیکھا اور پھر بہت خاموشی سے آ بیٹھا۔

"میں چائے دینے آئی تھی۔" اس نے چائے کی طرف اشارہ کیا۔ وہ بہت افسردہ دکھائی دے رہی تھی۔

"کیا بات ہے' آپ بہت خاموش ہیں؟" وہ پوچھ بیٹھا۔

"کل میری واپسی ہے؟" بے اختیار زبان سے پھسل گیا۔

"اوہ۔" نادر کے حرکت کرتے ہاتھ رک گئے' یکدم اس کا اپنا دل بھی اداسی سے بھر گیا۔

"مہمانوں کو ایک نہ ایک دن تو اپنے گھر جانا ہی ہوتا ہے۔" وہ زبردستی مسکراتے ہوئے بولا۔

"میں مہمان تو نہیں ہوں' یہ گھر میرے دادا کا ہے۔ اس گھر میں میرا کچھ بچپن گزرا ہے اور اسی گھر میں بے جی نے۔" اچانک ہی اس نے زبان دانتوں تلے دبالی۔ وہ ایک لڑکی تھی' اپنی زبان سے ایسی بات کرنا مناسب نہیں لگا' وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"آپ کچھ کہہ رہی تھیں۔" نادر نے اسے روکنا چاہا۔

"نہیں۔" وہ سر جھٹک کر آگے چل دی' وہ بھی لمبے لمبے ڈگ بھرتا اس کے پیچھے ہی چل دیا۔

"مگر آپ کو یہ بات تو ماننی پڑے گی کہ اگر آپ کو ساری عمر یہاں رہنا پڑ جائے تو بہت مشکل ہو جائے گی۔" وہ پھر اسی تلخی سے بولا' وہ تپ کر رہ گئی۔ اب اس سے خاموش رہنا مشکل ہو رہا تھا' وہ ایک جھٹکے سے اس کی طرف مڑی۔

"بہت بری لگتی ہوں نا میں آپ کو۔ بہت فخر ہے آپ کو اپنے گاؤں پر' اپنے لوگوں پر۔ بار بار مجھ پر جتانے کی کوشش کرتے ہیں کہ میں آپ لوگوں میں سے نہیں ہوں۔ تو خوش ہو جائیے' جا رہی ہوں میں کل واپس مگر ایک بات یاد رکھیے گا' مجھ جیسی لڑکی آپ کو اپنے اس آنگن جیسا میں نہیں ملے گی۔" وہ بہت غصے میں تھی' اپنی بات مکمل کر کے وہ بھاگ کر گھر کے اندر گھس گئی۔ وہ حیران پریشان وہیں کھڑا رہ گیا۔

"یہ کیسا اعتراف کر گئی تھی وہ' اتنے ڈھکے چھپے الفاظ میں وہ کیسے اپنے دل کا حال بیان کر گئی تھی۔" اس نے تھکے تھکے انداز سے گھر کا دروازہ کھولا' سامنے ہی چاچی جی کھڑی تھیں' وہ چارپائی پر بیٹھ گیا۔

"کیا ہوا پتر؟" وہ گھبرا گئی تھیں۔

"کچھ نہیں۔" اس نے نیم دراز ہو کر آنکھیں موند لیں۔ دل کہیں بہت پرانی باتیں دہرانے لگا۔

جب سے اس نے ہوش سنبھالا تھا' بے جی کی زبان سے اپنے نام کے ساتھ کومل کا نام سنا تھا' کومل کے بارے میں وہ صرف اتنا جانتا تھا کہ وہ اس کے منجھلے چاچا کی بیٹی ہے اور اس کی پیدائش اسی گاؤں میں ہوئی تھی پھر چاچا جی اپنی فیملی کے ساتھ انگلینڈ چلے گئے۔ بے جی جتنا عرصہ زندہ رہیں' اپنے منظور حسین اور اپنی پوتی کومل کا انتظار ہی کرتی رہیں۔ بے جی کے بعد اس نے یہ سوچ لیا تھا کہ کومل کبھی پاکستان نہیں آئے گی' گھر والوں کا بھی یہی خیال تھا کہ پتہ نہیں بھابھی اور منظور بھائی نے کومل کو اس رشتے کے بارے میں بتایا بھی ہے یا نہیں پھر ابا کا خیال تھا کہ جب بھابھی گاؤں میں نہیں رہ سکیں تو ان کی بیٹی کیا رہ سکے گی۔ اس نے بھی اس بات کو ذہن میں بٹھا لیا تھا مگر وہ اس نقش کا کیا کرتا جو اس کے لوح دل پر مدتوں سے نقش تھا پھر بانو کی شادی پر جب ابا نے فون پر چاچا جی کو مدعو کیا تو انہوں نے صاف انکار کر دیا کہ وہ اپنا کام چھوڑ کر نہیں آ سکتے لیکن دوسرے ہی دن انہوں نے فون پر کومل کے آنے کی اطلاع دی تھی' تب سب ہی حیران رہ گئے تھے۔ ابا نے سب کو منع کیا تھا کہ وہ کومل سے منگنی کے بارے میں

کوئی بات نہیں کریں گے۔ سب کا خیال تھا کہ وہ صرف انجوائے منٹ کے لیے پاکستان آرہی ہے مگر اب اسے دیکھ کر سب ہی حیران تھے' سب ہی اپنی اپنی جگہ اس سے یہ بات کرنا چاہتے تھے مگر جھجک رہے تھے' وہ ان کی سوچوں کے برعکس نکلی تھی۔ نادر نے محسوس کیا تھا کہ وہ بھی اس کے لیے اپنے دل میں نرم گوشہ رکھتی ہے' وہ جب بھی اسے پرکھنے کے لیے کوئی تلخ بات کرتا' اس کے چہرے کا رنگ بدل جاتا پھر اسے خیال آیا کہ شاید یہ وقتی جوش ہے۔ اگر اسے ہمیشہ وہاں رہنا پڑ جائے تو وہ گھبرا جائے گی مگر ابھی کچھ دیر پہلے اس نے بڑی عجیب بات کہی تھی جسے وہ سمجھ کر بھی سمجھ نہیں پایا تھا۔

اس نے نظریں گھما کر اس کے کمرے کی طرف دیکھا' وہ ہنوز بند تھا۔ نہ جانے اسے کس بات پر غصہ آیا تھا' وہ پاؤں پٹختا باہر نکل گیا۔

☼ ☼ ☼

اپنا بیگ مکمل کر کے وہ باہر صحن میں آئی تو ہر طرف خاموشی تھی۔ رات کا نہ جانے کون سا پہر تھا' وہ برآمدے میں بچھی چارپائی پر آبیٹھی۔ گھر میں سب لوگ سو رہے تھے' نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی' اس کا جی چاہ رہا تھا کھل کر روئے' اتنا روئے کہ اندر کا سارا غبار دھل جائے' عجیب مشکل سی مشکل تھی۔ ایک طرف وہ نادر سے اپنے احساسات کا اظہار کرنے سے کتراتی تھی' وہ اتنی بولڈ کبھی بھی نہیں تھی کہ خود نادر کے سامنے دل کا حال بیان کر دیتی پھر اسے یہ بھی محسوس ہوا تھا کہ وہ اسے پسند ہی نہیں کرتا' اسی لیے اس سے ایسی جلی کٹی باتیں کرتا ہے اور سونے پر سہاگہ۔۔۔ ناز کا وہ خط جو اس نے نادر کی کتاب میں دیکھا تھا۔

"کتنی احتیاط سے سنبھال رکھا تھا اس نے وہ خط جیسے متاعِ حیات ہو۔"

اس کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔ "نادر! تم نے میرا اور اپنا رشتہ کیوں نہ سنبھال کر رکھا یا پھر میں پاکستان کیوں آئی؟ مجھے یہاں نہیں آنا چاہیے تھا۔" وہ روتی رہی' اس بات سے بے خبر کہ کوئی عقب میں کھڑا اسے دیکھ رہا ہے۔

"کومل۔" نادر کی آواز پر اس نے فوراً" دوپٹے سے آنسو صاف کیے تھے' وہ اس کے سامنے کمزور پڑنا نہیں چاہتی تھی۔

"آج میری ساری غلط فہمیاں دور ہو گئی ہیں۔ آج میں اعتراف کرتا ہوں کہ میرے دل پر بچپن سے صرف ایک ہی نام نقش ہے اور وہ تمہارا ہے۔ دوری اور غلط فہمی کی دھول نے اس نقش کو دھندلا ضرور کر دیا تھا مگر میں نے اسے مٹنے کبھی بھی نہیں دیا۔ میں نے تمہارے بارے میں جو کچھ سوچ رکھا تھا' وہ سب کچھ غلط نکلا۔ تمہیں دیکھ کر تو یہ محسوس ہوتا ہے جیسے تم برسوں سے اسی گھر میں رہتی آئی ہو۔ مجھے تم سے محبت ہے کومل! لیکن میں یہ رشتہ تمہارے والدین کی رضامندی سے مضبوط کرنا چاہوں گا۔" وہ اس کا ہاتھ تھامے دل کی تمام تر گہرائیوں سے اعتراف کر رہا تھا اور وہ حیرتوں کے سمندر میں غوطہ زن تھی۔

"مگر وہ خط۔۔۔؟" اس کے لبوں سے اچانک پھسلا تھا۔

"کون سا خط؟" وہ یوں پوچھنے لگا جیسے کچھ نہ جانتا ہو۔ وہ اٹھ کر اس کے اسٹڈی روم کی طرف بڑھ گئی۔ واپس آئی تو اس کے ہاتھ میں وہی خوشبوؤں میں بسا لفافہ تھا۔ نادر نے وہ خط پڑھ کر فوراً" پھاڑ دیا۔

"میں اس خط کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا کومل! پتہ نہیں کب ناز نے سب سے نظر بچا کر یہ خط میری کتاب میں رکھ دیا اور میری بدقسمتی کہ یہ خط تمہارے ہاتھ لگ گیا اور تم نے سمجھا کہ میں نے اس خط کو سنبھال کر رکھا ہے۔" اس کی وضاحت پر وہ ایمان لے آئی تھی کہ اس کی آنکھوں میں سچائی کا عکس تھا۔

"کچھ غلط فہمیاں تمہیں میرے بارے میں تھیں اور کچھ غلط فہمیاں مجھے تمہارے بارے میں تھیں۔ اب ایسا کچھ نہیں ہے' میں بے جی کے اس رشتے پر خوش ہوں اور تم۔۔۔؟" وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتے

ہوئے بولا۔ جواباً" اس نے بارِ حیا سے نظریں جھکا لیں۔

"مگر کومل! تمہیں اپنے والدین کو منانا پڑے گا۔ بھلا وہ اپنی بیٹی کو آنمال جنال کیوں بھیجیں گے؟"

"میں انہیں منالوں گی مگر آپ بھی ایک وعدہ کریں۔" وہ ذرا حوصلے سے بولی۔

"کیا؟"

"آئندہ میں کبھی ناز کو آپ کے ساتھ نہ دیکھوں۔" وہ خفگی سے بولی۔

"ابھی سے شک کر رہی ہو۔" وہ ہنسنے لگا۔

"لگتا ہے کوئی جاگ گیا ہے۔" وہ فوراً" اندر بھاگ گئی۔ نادر کے قہقہے نے اندر تک اس کا تعاقب کیا تھا۔

☼ ☼ ☼

سب سے ملتے ہوئے وہ بہت روئی تھی۔ کلثوم کے گلے لگ کر وہ باقاعدہ ہچکیاں لے لے کر روئی تھی۔ بانو بھی اس کی واپسی کا سن کر آگئی تھی۔ سب سے مل کر جب گاڑی میں آکر بیٹھی تو دل بوجھل سا ہو گیا۔ وہاں سے جانے کو اس کا بالکل دل نہیں چاہ رہا تھا۔

"میں نے ابھی گھر والوں کو کچھ نہیں بتایا' صرف کلثوم کو بتایا ہے۔ وہاں جا کر فون کرتی رہنا اور جب چاچا' چاچی مان جائیں تو فوراً" بتا دینا۔ میں سب کو بتا دوں گا۔" وہ گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے بولا۔ جواباً" اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"اگر تم کہو تو میں ابا سے کہہ کر ایک بار پھر فون کروا دوں گا۔ میرا مطلب ہے کہ وہ چاچا جی کو بے جی کی نصیحت یاد صیت یاد کروا دیں گے۔"

"نہیں' اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں پہلے ڈیڈ سے خود بات کروں گی تاکہ انہیں اندازہ ہو کہ اس فیصلے میں میری مرضی شامل ہے۔" اس نے بہت سوچ سمجھ کر کہا۔ باقی کا سارا راستہ بہت خاموشی سے کٹا تھا۔ ایئرپورٹ پر نادر نے بڑی افسردگی سے اسے خدا حافظ کہا تھا اور بہت آہستگی سے اسے اس کا وعدہ بھی یاد کروایا تھا۔

"اب تم واپس آنے کا وعدہ کر کے جا رہی ہو کومل! یاد رکھنا۔"

"اور آپ بھی یاد رکھنا' وہی ناز والی بات۔" وہ جاتے جاتے بولی تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اپنے اپنے دل میں دوبارہ ملنے کی آس لیے وہ الگ ہوئے تھے۔

☼ ☼ ☼

اس نے انگلینڈ پہنچنے کے دو دن بعد ہی ڈیڈ سے بات کر لی تھی۔

"ڈیڈ! نادر بہت پرفیکٹ بندہ ہے۔ اسے ریجیکٹ نہیں کیا جا سکتا۔ بے جی کا فیصلہ مجھے منظور ہے۔" وہ بہت حوصلے سے بولی تھی۔ اسے محسوس ہوا جیسے ڈیڈ کو اس کا فیصلہ پسند آیا تھا۔

"میں بہت خوش ہوں کومل!" انہوں نے اپنی رضامندی دے دی تھی۔

"اور مام؟" اس نے بڑی آس سے ڈیڈ کی طرف دیکھا۔

"میں اسے بھی منالوں گا' تم فکر نہ کرو۔" ڈیڈ نے شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ رکھ دیا۔

مام اور ڈیڈ کی بہت بحث ہوئی تھی۔ مام نے چیخ چیخ کر سارا گھر سر پر اٹھا لیا تھا۔

"مجھے پتہ تھا منظور حسین! یہ ان پینڈوؤں میں جا کر کوئی گل ضرور کھلائے گی۔ مجھے پتہ تھا۔" وہ بہت غصے میں تھیں۔

"نادر میں کوئی کمی نہیں ہے' میں کومل کی شادی نادر سے ہی کرواؤں گا۔" اس نے ڈیڈ کو پہلی بار ایسے بولتے ہوئے دیکھا تھا' ورنہ اسے یاد تھا کہ وہ بھی مام کے سامنے جب بھی اپنے گھر والوں کا ذکر کرتے' تمسخرانہ انداز میں ہی کرتے۔ صرف مام کو خوش کرنے کے لیے۔

"مگر میں ایسا کبھی نہیں ہونے دوں گی۔" ان کا لہجہ بہت مضبوط تھا۔ وہ دل و جان سے لرز کر رہ گئی۔

ایسے ہی بہت سے دن اسی خوف کے حصار میں گزر گئے۔ مام کے ملنے والے اکثر ہی ان کے گھر آنے لگے تھے۔ مام کا خیال تھا کہ وہ مسز کاظمی کے بیٹے شیری سے اس کی شادی کروائیں گی۔ اسے وہ لوگ ایک آنکھ نہیں بھائے تھے۔ اس روز بھی وہ گھر پر اکیلی تھی' جب وہ لوگ آگئے۔ وہ ان کے سامنے چائے رکھ کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔ کچھ ہی دیر میں مام بھی آگئیں۔ وہ اپنے کمرے میں بیٹھی کلثوم کو خط لکھنے کا ارادہ کر رہی تھی' جب شیری بنا اجازت لیے کمرے میں گھس آیا۔

"تمہیں بلا اجازت میرے کمرے میں آنے کی جرأت کیسے ہوئی؟" وہ غصے سے بپھرا تھی۔

"کول ڈاؤن' پریٹی۔" وہ بڑے عجیب طریقے سے ہنسا۔

اسے اس کی حرکتوں سے پہلے ہی گھن آتی تھی' وہ تیزی سے باہر کی طرف بھاگی' تب ہی اس کا پاؤں رپٹا اور وہ سیڑھیوں پر لڑھکتی چلی گئی' سب ہی اس صورت حال سے بوکھلا گئے۔

"یہ...؟" شیری اپنی جگہ حیران کھڑا تھا' اس کا سامنا شاید پہلی دفعہ اس قسم کی لڑکی سے ہو رہا تھا۔

"مام۔" وہ درد سے کراہ رہی تھی۔ وہ تیزی سے اس کی طرف بڑھی تھیں مگر وہ بے ہوش ہو چکی تھی۔

ہوش آیا تو وہ ہاسپٹل میں تھی' مام خفگی سے منہ پھلائے کھڑی تھیں۔

"کھا تو نہیں جاتا شیری تمہیں' اتنا بدحواس ہونے کی کیا ضرورت تھی۔" وہ غصے سے بولیں۔ اس کی آنکھوں میں پانی بھرنے لگا۔

"اب بھگتو اپنی بدحواسی کا نتیجہ۔ ٹانگ کی ہڈی ڈسلوکیٹ ہو گئی ہے۔ ڈاکٹرز کا خیال ہے کہ سات آٹھ ماہ لگ جائیں گے' اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے میں۔" وہ بدستور ناراض تھیں۔ یہ خبر سن کر اس کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں لے لیا۔

"جلدی آنا۔" ناور کی آواز اس کی سماعتوں میں گونجنے لگی۔ بے اختیار آنسو اس کی آنکھوں سے نکل پڑے۔

وہ وہیل چیئر کی محتاج تھی' اب اس کا زیادہ وقت اپنے کمرے میں ہی گزرتا تھا۔ کلثوم کا خط آیا ہوا تھا لیکن اس نے جواب نہیں دیا تھا۔ اس کے ہر خط میں ایک ہی سوال ہوتا تھا۔ "معاملہ کہاں تک پہنچا' کب آ رہی ہو؟" وہ خط پڑھ کر بہت روئی تھی۔ ناور کی سرگوشیاں سارا سارا دن اس کا پیچھا کرتیں۔ "جلدی آنا۔" اور وہ بے بسی سے اپنی ٹانگوں کو دیکھ کر رہ جاتی۔

☼ ☼ ☼

وہ برآمدے میں بچھی چارپائی پر نیم دراز اسی کے متعلق سوچ رہا تھا۔ اسے گئے ہوئے کتنے دن گزر گئے تھے' کلثوم نے اسے خط بھی لکھا تھا لیکن اس کی طرف سے کوئی جواب نہیں آیا تھا' اسے طرح طرح کے وہم ستانے لگے' وہ طبیعت میں بے چینی اور اضطراب محسوس کر رہا تھا۔ کسی کام میں دل نہیں لگتا تھا۔ پہلے آپس کی غلط فہمیوں میں وقت گنوا دیا اور اب جب سارا معاملہ سیٹ ہونے جا رہا تھا تو وہ نہ جانے کیوں خاموش ہو گئی تھی۔ وہ سر جھٹک کر اٹھ کھڑا ہوا اور ٹریکٹر کی چابی اٹھا کر باہر نکل گیا۔ کلثوم اس کی کیفیت سمجھ سکتی تھی۔ اسے خود بھی حیرت تھی کہ کول نے خط کا جواب کیوں نہیں دیا۔ اسی شام نازو سب کی نظر بچا کر ناور کے کمرے کی طرف بڑھ رہی تھی' جب اس نے دیکھ لیا۔

"نازو! تو وہاں کیا کرنے جا رہی تھی؟" اس نے اس کی مٹھی میں لفافہ دیکھا' وہ بوکھلا گئی۔

"یہ کیا ہے؟ دکھا ذرا۔" کلثوم نے اس کے ہاتھ سے لفافہ چھین لیا۔ پہلے خط کا جواب نہ لکھنے پر بڑے فلمی اسٹائل میں شکوہ کیا گیا تھا۔ زہر کھا کر مر جانے کی دھمکی بھی تھی۔ کلثوم نے خط کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے۔

"ایسی حرکتیں کر کے تجھے کیا مل جاتا ہے چھلیے (پاگل) کیوں اپنی عزت کم کرتی ہے اور جس کے لیے کر رہی ہے نا' اسے تو ان باتوں سے کوئی سروکار ہی نہیں۔ وہ کول تھی نا' وہ ناور کی منگیتر ہے بچپن کی۔" ناور اپنی منگنی سے بہت خوش ہے۔ اسے تیرے ان

گلابی لفافوں سے کوئی دلچسپی نہیں۔ حیرا پہلا خط بھی اس نے پڑھا ہی نہیں اور اگر پڑھا بھی ہوگا تو ایسے ہی ٹکڑے ٹکڑے کرکے پھینک دیا ہوگا۔ اپنی ذات کو ہولا (ہلکا) نہ کر' جا اپنے گھر جا اور آئندہ نادر کے راستے میں نہ آنا۔ دیکھ اس کے دل پر بچپن سے جس کا نام لکھا تھا' وہ اسی کو سوچتا ہے' اسی کا وفادار ہے اور تو۔۔۔؟ تو کیا کرنے والی ہے طالب کے ساتھ۔ جا گھر چلی جا اور چپ چاپ ماں باپ کی بات مان کر طالب کے ساتھ شادی کرلے بہت خوش رہے گی کیونکہ طالب کے دل میں بھی صرف تو ہے۔ نادر تجھے کیا خوش رکھے گا' اس کے دل میں تو کہاں ہے؟" کلثوم اس کے شانے پر ہاتھ رکھے اسے سمجھا رہی تھی۔

"کلثوم! تو نے تو میری آنکھیں کھول دی ہیں' ورنہ میں تو بڑا نخرہ دکھاتی تھی کہ نادر بھی۔۔۔ ہائے کتنا غرور دکھایا تھا میں نے کومل کے سامنے۔ من ہی من میں وہ مجھ پر ہنسی ہوگی۔" وہ رونے لگی اور پھر نادر کو آتا دیکھ کر خاموشی سے وہاں سے چلی گئی۔

"یہ کیوں آئی تھی؟" وہ خفگی سے بولا۔ جواباً" کلثوم نے اسے ساری بات بتادی پھر اس کے سمجھانے کا اتنا اثر ہوا کہ ایک ہفتے بعد ہی وہ طالب کے ساتھ رخصت ہوگئی۔

کومل کو گئے پورے ڈھائی ماہ ہوچکے تھے' اس کی کوئی خبر نہیں تھی۔ ایک روز رات کے کھانے پر ابا نے اس کی شادی کی بات چھیڑ دی۔

"وہ بے جی والا رشتہ تو بھول ہی جاؤ تو بہتر ہے۔ بھائی منظور حسین نے پھر کبھی ذکر ہی نہیں کیا۔ اب بھی دیکھو ڈھائی مہینے ہوگئے' نہ کڑی نے فون کیا' نہ پیو (باپ) نے۔" اس کا روٹی کی طرف جاتا ہاتھ ساکت رہ گیا۔

"ابا! مجھے ابھی شادی نہیں کرنی' پہلے ثوبی کے لیے رشتہ دیکھو پھر دیکھی جائے گی۔" اس نے اپنی طرف سے بات ختم کردی مگر دل میں یہی خیال آیا کہ شاید وہ چاچا جی اور چاچی کے سامنے بول ہی نہ سکی ہو۔

☼ ☼ ☼

پورے پانچ مہینے بعد اس کا خط ملا تھا' وہ واپس آرہی تھی۔ اس کی خوشی کی کوئی انتہا ہی نہیں تھی۔ وہ اسے لینے ایئرپورٹ پہنچا۔ فلائٹ ایک گھنٹہ لیٹ تھی' یہ ایک گھنٹہ بہت بے چینی سے گزرا تھا پھر وہ لمحہ بھی آگیا' جب وہ نظر آگئی۔ سبز رنگ کے شلوار قمیص میں سر پر دوپٹہ جمائے وہ آرہی تھی' تب ہی اس کی نظر اس کی اسٹک پر پڑی۔ وہ اسٹک کے سہارے چل رہی تھی۔

"یہ کیسے ہوا؟" اس کے سلام کے جواب میں اس نے بے چینی سے پوچھا۔

"بہت لمبی کہانی ہے' گاڑی میں بیٹھ کر سناتی ہوں۔" پھر اس نے اسے سارا واقعہ کہہ سنایا۔

"میں نے آپ لوگوں سے رابطہ اس لیے نہیں کیا کیونکہ میں خود اس مصیبت میں پھنس گئی تھی۔ ڈاکٹرز کا خیال تھا کہ آٹھ دس مہینے لگ جائیں گے دوبارہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے میں۔ میں چاہتی تھی کہ بالکل ٹھیک ہوکر یہاں آؤں۔ ڈیڈ نے کہا تھا کہ وہ مام کو منالیں گے۔ مام میری شادی شیری سے کروانا چاہتی تھیں مگر دس دن پہلے جب مام نے ان سے رابطہ کیا تو انہوں نے یہ کہہ کر انکار کردیا۔

"لڑکی اسٹک سے چلتی ہے' کیا خبر یہ معذوری ساری عمر ساتھ ہی رہے۔" مام ہار گئیں۔

ڈیڈ نے کہا۔ "تم نے اپنی کوشش کرکے دیکھ لی' اب یہ پاکستان ہی جائے گی۔ نادر کے ہوتے ہوئے کومل کو اسٹک کی ضرورت نہیں پڑے گی۔" مام خاموشی سے اپنے کمرے میں چلی گئیں اور اگلی صبح انہوں نے ہم دونوں کو حیران کردیا' یہ کہہ کر کہ۔

"آپ کومل کو اسی ہفتے بھجوا دیجیے اور دو ماہ تک بزنس وائنڈ اپ کردیں۔ ہم سب آنمال چٹال چلیں گے۔ انسان کو اپنی اصل نہیں بھولنی چاہیے۔" نہ جانے یہ معجزہ کیسے ہوا؟ مگر جیسے بھی ہوا بہت اچھا ہوا۔ وہ لوگ اگلے ماہ آرہے ہیں۔" وہ تفصیل سے بتا رہی تھی۔ نادر کو یقین نہیں آرہا تھا۔

گاڑی حویلی کے باہر رکی' وہ سب اس کے استقبال

کے لیے کھڑے تھے۔ اس کی اسٹک کے بارے میں سب نے ہی پوچھا تھا' اس نے سفر کرکے گرنے کی خبر سنادی۔ نادر نے سب کو اس کی آمد کی وجہ بتادی۔

"شکر ہے بھا منظور حسین کو اپنے پنڈ کی یاد تو آئی اور سچ تو یہ ہے کہ بھابھی کو بھی اب اپنی زمین' اپنی مٹی کی خوشبو' اپنا آنمال یاد آتا ہوگا۔" تایا ابا بہت خوش تھے۔

"آج بے جی کی روح جنوں (بہت) خوش ہوگی۔" چاچا جی نے کہا تو سب نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

ناز بھی طالب کے ساتھ اس سے ملنے آئی تھی۔ اس نے اپنے سابقہ رویے کی معافی مانگی اور اسے اچھے مستقبل کی دعائیں دی تھیں۔

☼ ☼ ☼

وہ بہت چمکیلی صبح تھی' وہ کلثوم کے ساتھ نادر کی چائے لے کر کھیتوں کی طرف جارہی تھی۔ جب ڈیڈ اور مام اچانک ہی ٹیکسی میں سے اترے۔ وہ ان کو دیکھ کر حیران رہ گئی۔

"آپ اتنی جلدی' بنا بتائے؟"

"ہاں' اب بہت بے چینی تھی یہاں آنے کی۔" مام جلدی سے اندر داخل ہوگئیں۔

"ڈیڈ؟" اس نے حیرت سے ڈیڈ کو دیکھا' وہ مسکراتے ہوئے آسمان کی طرف انگلی کرکے بولے۔

"اللہ کے کام دیکھو' مسز کاظمی کی انگریز بہو نے تمہاری مام کو "بلیک پاکی" کہہ کر ہماری مشکل آسان کردی۔"

"اوہ۔" وہ جیسے سارا معاملہ سمجھ گئی۔ کلثوم چائے کے لوازمات اس کے ہاتھ میں تھما کر چچا کا بازو تھامے گھر کے اندر چلی گئی۔ وہ اسٹک کے سہارے چلتی نادر تک پہنچی تو وہ فارغ ہوکر پگڈنڈی پر آبیٹھا۔

"مام اور ڈیڈ آگئے ہیں۔" اس نے اطلاع دی۔

جواباً" وہ حیرت سے اس کی شکل دیکھنے لگا۔

"مجھے بھی یقین نہیں آیا تھا۔" وہ مسکرادی۔

"پھر چلیں گھر؟" اس نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور دوسرے ہاتھ سے اس کی اسٹک فولڈ کرکے بغل میں دبالی۔ وہ اس کے بازو کا سہارا لے کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"تم نے صحیح کہا تھا' تم جیسی لڑکی مجھے اس گاؤں میں کہیں نہ ملتی۔" وہ بہت شرارتی لہجے میں بولا۔ اس کے چہرے پر حیا کے رنگ گہرے ہوگئے۔

"یہ چاچی کیسے آگئیں؟" وہ ابھی تک بے یقینی کی کیفیت میں تھا۔

"مسز کاظمی کی فیملی نے سب پر بہت احسان کیا' ان کے بیٹے نے یہ کہہ کر انکار کردیا کہ مجھے معذور لڑکی سے شادی نہیں کرنی اور بہو نے مام کو "بلیک پاکی" کی گالی دے دی۔ اپنے تو یاد آنے ہی تھے۔"

وہ شرارت سے بولی۔ اونچے نیچے راستوں پر وہ اس کے مضبوط بازو کا سہارا لیے بڑی آسانی سے چل رہی تھی۔ دور حویلی کے دروازے میں کھڑی مام نے دل میں سوچا۔

"واقعی نادر کے ہوتے ہوئے کومل کو اسٹک کی ضرورت نہیں۔" وہ گھر پہنچے تو اس نے جھینپ کر اپنی اسٹک کھول لی اور سب کے چہروں پر کھیلتی مسکراہٹ سے گھبرا کر مام کے سینے میں منہ چھپالیا جو رشتہ بے جی نے نادر اور کومل کے دل پر نقش کردیا تھا' آج وہ بہت مضبوط ہوگیا تھا۔

★

عمران ڈائجسٹ کا ایک حیرت انگیز سلسلہ!
ایئر ہوسٹس
اب دو حصوں میں شائع ہوگئی ہے۔
مکتبہ عمران ڈائجسٹ ۴۴ اردو بازار کراچی